بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ
وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

ماہنامہ انٹرنیٹ گزٹ

المنار

جنوری 2012ء
تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ
جلد نمبر 2 شمارہ نمبر 1

مجلس ادارت
مدیر: مقصود الحق
معاون مدیر: مبارک احمد صدیقی و سید نصیر احمد

فرمان الٰہی

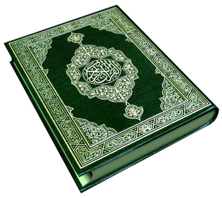

وَنُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا ہُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحۡمَۃٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۙ (بنی اسرائیل:83)

ہم قرآن میں سے وہ نازل کرتے ہیں جو شفا ہے اور مومنوں کیلئے رحمت ہے۔

وَہٰذَا ذِکۡرٌ مُّبٰرَکٌ اَنۡزَلۡنٰہُ ؕ اَفَاَنۡتُمۡ لَہٗ مُنۡکِرُوۡنَ ﴿۵۱﴾ (الانبیاء:51)

یہ قرآن ایک ایسی یاددہانی کرنے والی کتاب ہے جس میں تمام آسمانی کتابوں کی خوبیاں بہہ کر آ گئی ہیں۔ اس کو ہم نے اُتارا ہے۔ پس کیا تم ایسی کتاب کے منکر ہو؟

وَاِذَا قُرِیَٔ الۡقُرۡاٰنُ فَاسۡتَمِعُوۡا لَہٗ وَاَنۡصِتُوۡا لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۲۰۵﴾

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سُنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ (الاعراف:205)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

''میں نے قرآن کے لفظ میں غور کی۔ تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں زبردست پیشگوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہی قرآن پڑھنے کے لائق کتاب ہے............ اس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں............ اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے۔ اس نور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ سکے گی۔

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 240-241)

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن کریم سیکھتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔

(بخاری کتاب فضائل القرآن باب خیرکم من تعلم القرآن)

☆ قرآن پڑھا کرو کیونکہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لئے شفیع ہو کر آئے گا۔

(مسلم۔ باب فضائل قرأت القرآن)

کلام الامام - امام الکلام

قرآن خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرفت کا چمن نا تمام ہے
وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں
اس سے ہمارا پاک دل و سینہ ہو گیا
وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہو گیا
اس نے درخت دل کو معارف کا پھل دیا
ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دِل بدل دیا

(انتخاب از دُرِّثمین)

مکتوب مبارک
حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھوالناصر

لندن

31-12-10

پیارے قارئین المنار

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کی طرف سے تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے رسالہ ''المنار'' کے نام پر انٹرنیٹ گزٹ جاری کرنے کی خبر میرے لئے بڑی خوشی کا موجب بنی ہے۔اللہ تعالیٰ المنار کا ازسرنو اجراء ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور اس کے نیک نتائج ظاہر ہوں۔

ہمارے تعلیم الاسلام کالج کی اپنی روایات تھیں۔اس میں احمدی بھی پڑھتے تھے اور غیراز جماعت بھی پڑھتے تھے لیکن وہ سب بڑے پیار اور محبت سے وہاں رہتے اور تعلیم حاصل کرتے تھے۔کسی قسم کی کوئی فرقہ واریت نہیں تھی۔کالج کا سارا ماحول ہمیشہ محبتوں سے معمور رہتا تھا اور ایک ایسا علمی گہوارہ تھا جہاں سے سبھی بلاتمیز فیض پاتے تھے۔تعلیم الاسلام کالج کے پڑھے ہوئے طلباء آج بھی کوئی پیغام بھیجیں تو یہی ان کا پیغام ہوتا ہے کہ وہاں ہر طرف پیار ہی پیار تھا اور یہی وہ چیز ہے جس کی آج ضرورت ہے۔نفرتوں کے ماحول میں محبتوں کی ترویج وقت کا تقاضا ہے اور اس کے طلباء میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ اپنے ماحول میں محبتوں کی ترویج وقت کا تقاضا ہے اور اس کے طلباء میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ اپنے ماحول میں اسی پیار و محبت کو پھیلائیں جو انہوں نے وہاں سے سیکھا اور پایا تا کہ وہ انسانی قدریں پھر سے بحال ہوں جس کا ہم نے اس درسگاہ کے ماحول میں ہمیشہ مشاہدہ کیا۔اس دور کے احمدی سٹوڈنٹس کے اگر آج بھی بعض احمدیوں سے رابطے اور تعلقات ہوں تو انہیں چاہئے کہ وہ مزید آگے قدم بڑھائیں اور انہیں اسی پیار اور محبت کی طرف بلائیں جو اس مادر علمی کا حقیقی اثاثہ تھا۔اس سے کچھ نہ کچھ انسانی قدریں تو پامال ہونے سے بچیں گی اور یقیناً ایک اچھے ماحول کی ترویج ہوگی۔اللہ توفیق دے۔آمین

والسلام خاکسار

خلیفۃ المسیح الخامس

ہماری ایسوسی ایشن کا فرض
جو ہم سب سابق طلبہ نے مل جل کر ادا کرنا ہے!

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''میں سمجھتا ہوں ایسوسی ایشن اگر اپنے ممبران سے مستقل رابطہ رکھے اور ممبران خود بھی ایک جذبہ کے تحت اپنی اس درسگاہ کو سامنے رکھتے ہوئے اور اس کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنا حق ادا کرنے کی کوشش کریں تو احمدی بچوں کے لئے آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔'' (الفضل ربوہ 13 اکتوبر 2011ء)

نیا سال مبارک ہو!

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم نئے سال 2012 میں قدم رکھ رہے ہیں۔اللہ کرے یہ نیا سال ہم سب کیلئے ہر لحاظ سے بہت بہت مبارک ہو۔رسالہ المنار بھی اپنی زندگی کے دوسرے سال میں داخل ہوگیا ہے۔اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو جو دراصل ہم سب ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس کی آواز ہے۔بہت ترقی اور رفعت عطا کرے اور سب ممبران کو بھی اس میں بھرپور حصہ ڈالنے کی توفیق دے۔آمین۔

ایک سال پہلے رسالہ کے آغاز کے موقعہ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جو پیغام خصوصی طور پر دیا تھا وہ ایک بار پھر شائع کیا جا رہا ہے۔اس کو غور سے پڑھیں اور اس کے مطابق عمل کی کوشش کریں۔

ہماری خواہش ہے کہ برطانیہ میں موجود جملہ سابق طلبہ کی فہرست ہر لحاظ سے مکمل ہوجائے۔200 ممبران کے نام اکٹھے ہو چکے ہیں جبکہ ابھی مزید ممبران کی تلاش جاری ہے۔آپ کے حلقہ احباب میں کوئی سابق طالب علم ہوں تو ضرور ہمیں اس کی اطلاع فرمائیں۔ان کا نام پتہ فون نمبر اور ای میل ضرور لکھیں۔

پاکستان کے نادار اور مستحق احمدی طلبہ کی امداد کی بابرکت تحریک حضور انور نے جاری فرمائی ہے۔اس میں دل کھول کر حصہ لیں۔یہ بچے ہمارے بچے ہیں اور ان کی زیادہ سے زیادہ مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔بعض سابق طلبہ نے اس مد میں نمایاں ادائیگی کر کے شاندار مثالیں قائم کی ہیں۔فاستبقوا الخیرات کے مطابق آپ بھی اس کار خیر میں شامل ہوں۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو توفیق دے۔آمین۔

عطاء المجیب راشد

صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن۔برطانیہ

ممبران سے التماس

☆ کیا آپ نے سال گذشتہ 2011ء کی ممبر شپ فیس (24 پاؤنڈ جو حضور انور کی منظور فرمودہ ہے) ادا کر دی ہے؟

اگر نہیں تو ازراہِ کرم فوری طور پر ادا کر دیں۔اب تو سال نو 2012ء بھی شروع ہو گیا۔اس نئے سال کی ادائیگی بھی ساتھ ہی کر دیں۔

☆ کیا آپ نے پاکستان کے مستحق اور نادار طلبہ کی مالی اعانت کے حوالہ سے ادائیگی کر دی ہے؟ اس بارہ میں حضور انور نے اپنے ایک حالیہ خطاب میں خصوصی تحریک فرمائی ہے۔

اگر نہیں تو ازراہ کرم اس کارِ خیر میں دل کھول کر حصہ لیں اور دوسروں کے لئے ایک نمونہ پیش فرمائیں۔

☆ ہر دو ادائیگیوں کا طریق یہ ہے کہ

TIC OLD STUDENTS ASSOCIATION

کے نام چیک بنا کر اس پتہ پر ارسال کر دیں۔

Financial Secretary
TIC OLD STUDENTS ASSOCIATION
53, Melrose Road, London, SW18 1LX

یادوں کے دریچے

میرا بہت سا وقت ضائع ہو چکا تھا

عطاء القادر طاہر

☆ یہ صدر ایوب کی حکومت کے آخری دنوں کی بات ہے۔ میں اُس وقت لاہور کے گورنمنٹ کالج میں بی ایس سی کے پہلے سال میں زیرِ تعلیم تھا۔ ہر طرف سیاسی افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ طلباء کے جلوس نکلا کرتے تھے۔ چنانچہ تعلیمی ادارے بند کردئے گئے۔ میری تعلیم کا بہت حرج ہو رہا تھا۔ ویسے بھی گھر میں فارغ بیٹھے رہنے سے بوریت ہوتی تھی۔ ان حالات میں والدِ محترم نے مشورہ دیا کہ میں ربوہ جا کر تعلیم الاسلام کالج میں داخلہ لے لوں۔ الحمدللہ کالج میں داخلہ اور ہوسٹل میں جگہ مِل گئی۔ میں سائنس کا طالب علم تھا۔ گو کہ بہت سا وقت ضائع ہو چکا تھا۔ مگر تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں مکرم چوہدری حمیداللہ صاحب، مکرم پروفیسر سلطان محمود شاہد صاحب، مکرم ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب، مکرم پروفیسر عبدالرشید غنی صاحب، مکرم چوہدری محمد علی صاحب اور مکرم ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب جیسے قابل اساتذہ کے زیرِ سایہ پڑھنے کے نتیجے میں اللہ کے فضل سے BSc اعلیٰ کامیابی کے ساتھ پاس کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ کالج کے انہی دنوں میں مجھے میتھمیٹکس سوسائٹی کا صدر بننے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔

حمام میں سب ننگے

اس عنوان سے ایک خوبصورت ڈرامہ مکرم ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب کی زیرِ نگرانی تشکیل دیا گیا تھا۔ یہ ڈرامہ لکھنؤ کے ابتدائی شعراء کے بارے میں تھا جو ایک سُود خور پٹھان کے قرض دار تھے۔ یہ شعراء نواب لکھنؤ کے ہاں برپا ہونے والے مشاعرے میں شامل تھے کہ عین دورانِ مشاعرہ یہ پٹھان صاحب وہاں آن ٹپکے اور قرض کی واپسی کا مطالبہ کیا تو سب شعراء اپنی بغلیں جھانکنے لگے۔ ایسی صورتِ حال میں یہ خان صاحب بھی اس مشاعرے کا حصہ بن گئے اور پھر جو حشر اس مشاعرے کا ہوا، وہ سننے اور دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ ایک لطیف اور مزاح سے بھرپور ڈرامہ تھا۔ مجھے یاد ہے کہ اس ڈرامے میں حاکمِ لکھنؤ کے وزیر اعظم کا کردار میں نے ادا کیا تھا۔ اس ڈرامے کو دیکھنے کے لئے لوگ کثرت سے آئے تھے اور کالج کا ہال کھچا کھچ بھر گیا تھا۔

کنستر غائب

☆ ہاسٹل کے شب و روز بھی کیا خوب تھے۔ ہماری ڈارمیٹری میں 5 طلباء تھے۔ میرے علاوہ سب زمیندار گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ انہیں ان کے گھروں سے گاہے بگاہے پنجیریوں، پِنّیوں اور دیسی مِٹھائیوں وغیرہ کی Aid موصول ہوا کرتی تھی۔ ہمارے ساتھ ایک غیر احمدی تھانیدار کا بیٹا بھی ہاسٹل میں رہا کرتا تھا۔ ایک دن اس کے لئے دیسی مٹھائیوں سے بھرا ہوا ایک کنستر آیا۔ جسے اُس نے اپنی چارپائی کے نیچے چُھپا کر رکھ دیا اور اس کے آگے کچھ چیزیں بھی رکھ دیں تا کہ یہ خزانہ محفوظ رہے۔ رات کو جب سب لوگ سو جاتے تو وہ چُپکے سے نکال کر کھا لیا کرتا تھا۔ ہمیں اس کا علم تھا۔ ایک دن مناسب موقع پا کر چند ساتھیوں نے اُس کا یہ کنستر چارپائی کے نیچے سے نکال کر کسی اور جگہ چُھپا دیا۔ جب رات ہوئی اور اس نے چارپائی کے نیچے جھانکا تو کنستر غائب پایا۔ پہلے تو کچھ پریشان ہوا مگر پھر یہ دانشمندانہ فیصلہ کیا اور صبح اُٹھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ بھئی کنستر واپس لے آؤ ہم سب مِل کر کھایا کریں گے۔ واہ! وہ دن بھی کیا دن تھے۔ یادوں کے دریچوں سے جھانکتا ہوں تو بہت اچھا لگتا ہے۔ (عطاء القادر طاہر۔ ٹُوٹنگ۔ لنڈن)

☆☆☆

المنار نامہ

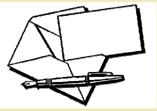

ارکانِ ایسوسی ایشن کا شکریہ

☆ تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ نے جس طرح اس خاکسار کی پذیرائی اور عزت افزائی فرمائی ہے اس کے لئے تہِ دل سے احسان مند ہوں۔ جزاکم اللہ احسن الجزا۔ از راہ کرم میری جانب سے تمام ارکانِ ایسوسی ایشن کا شکریہ ادا کردیں۔

(خاکسار پرویز پروازی - کینیڈا)

کسی کے ذریعے معلوم ہوا

☆ کسی کے ذریعے معلوم ہوا کہ تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوی ایشن کا رسالہ نکل رہا ہے اور بہت اچھا ہے۔ خاکسار کو رسالہ دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ صفحات تو کم ہیں لیکن مضامین ایسے ہیں کہ پڑھنا شروع کریں تو چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ جماعت کے طلباء کو اس کا مطالعہ کافی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ کامیاب رسالہ ہے۔ اللہ مزید ترقیات دے۔

(شمیم احمد غوری۔ استاد جامعہ احمدیہ قادیان دارالامان)

ایک ہی دفعہ میں سارا پڑھ ڈالا

☆ سارے کا سارا رسالہ ہی اچھا لگا۔ خاص طور پر ڈاکٹر پروازی صاحب کا مضمون بہت پر لطف تھا۔ ماشاء اللہ بہت عمدہ رسالہ ہے۔ ایک ہی دفعہ میں سارا پڑھ لیا اور جب تک ختم نہیں کر لیا چھوڑا نہیں۔ اسے ہم پہنچانے والی ٹیم کا شکریہ۔

(سلیم رحمن۔ کینیڈا)

سب قلمکار دوستوں کو سلام

☆ المنار ماشاء اللہ ترقی کی جانب گامزن ہے۔ میری طرف سے سب قلمکار دوستوں خصوصاً استادِ محترم ڈاکٹر محمد شریف خان صاحب کی خدمت میں سلام۔

(محمد سمیع طاہر۔ کیلگری)

المنار کا پہلا سال

☆ یہ امر باعثِ خوشی ہے کہ ''المنار'' نے اپنی اشاعت کا پہلا سال مکمل کر لیا ہے۔ تمام سٹاف کو مبارکباد۔ المنار میں مزید متنوع موضوعات پر مضامین کا شامل کیا جانا اس کی افادیت میں اضافے کا موجب ہوگا۔

میرے والد مرحوم کا نام ملک محمد رفیق صاحب ہے، جو ایک گزشتہ شمارے میں غلطی سے ملک رفیق احمد لکھا گیا ہے۔ براہ مہربانی اس کی درستی کروا دیں۔

(ملک محمد مسیح الدین شاہد۔ جرمنی)

اللہ جزا دے

رسالہ معلوماتی بھی ہے اور خوبصورت بھی۔ اس کے ذریعے بعض ایسے گوشے بھی سامنے آئے ہیں جن کا پہلے علم نہ تھا۔ مختلف احباب جماعت کی کالج کے حوالے سے یادداشتیں اور ان کی وقف زندگی کی خاطر کی جانے والی قربانیاں دل پر گہرا اثر کرنے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی بے پایاں رحمتوں سے نوازے۔

(سعیدہ بقاپوری۔ کینیڈا)

مکرم ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب کے ساتھ ایک ادبی شام اور نعتیہ مشاعرہ

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے تحت 22 دسمبر 2011 کو ناصر ہال (بیت الفتوح) میں مکرم ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب کے ساتھ ایک ادبی شام اور نعتیہ مشاعرے کا اہتمام کیا گیا۔

پروگرام کا آغاز تلاوت قرآنِ پاک سے ہوا جو مکرم سیّد نصیر احمد صاحب نے کی۔ جس کے بعد ایسوسی ایشن کے صدر مکرم عطاء المجیب راشد صاحب نے حاضرینِ مجلس کو خوش آمدید کہا اور بتایا کہ آج کی اس خصوصی ادبی نشست کے مہمانِ خصوصی مکرم پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب کینیڈا سے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ آپ نے

خیر مقدمی اور تعارفی کلمات کے بعد مکرم ڈاکٹر ناصر احمد خان پرویز پروازی صاحب کو تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے مرحوم اساتذہ اور کارکنان کی یادوں پر مشتمل مقالہ پڑھنے کی دعوت دی۔ مکرم پروازی صاحب کے پون گھنٹے کے لیکچر کے دوران ایسے لگا کہ سات سمندر پار بیٹھے ہوئے سابق طلبائے کالج پھر سے اپنے کالج میں پہنچ گئے ہیں اور زمانہ طالب علمی کے خوبصورت اور جگمگاتے ہوئے دن ایک مرتبہ پھر لوٹ آئے ہیں۔ آپ نے جن مرحوم اساتذہ کرام اور کارکنان کا ذکر کیا اُن میں پرنسپل حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ، مکرم قاضی محمد اسلم صاحب، مکرم مولانا ارجمند خان صاحب، مکرم اخوند عبدالقادر صاحب، مکرم میاں عطاء الرحمن صاحب، مکرم شیخ محبوب عالم خالد صاحب، مکرم صوفی بشارت الرحمن صاحب، مکرم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب، مکرم مولانا غلام احمد بدوملہی صاحب، مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب، مکرم ملک محمد عبداللہ صاحب، مکرم ملک مبارک احمد صاحب، مکرم محمد لطیف صاحب، مکرم چوہدری عطاء اللہ صاحب، مکرم چوہدری محمد شریف خالد صاحب، مکرم مسعود احمد عاطف صاحب، مکرم نصیر احمد بشیر صاحب، مکرم ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب، مکرم مولوی محمد دین صاحب، مکرم محمد عثمان صدیقی صاحب، مکرم انور حسن صاحب، مکرم محمد ابراہیم ناصر صاحب، مکرم رحمت علی مسلم صاحب، مکرم عبدالرشید غنی صاحب کے علاوہ کالج کے کارکنان مکرم جنید ہاشمی صاحب، مکرم قریشی محمد عبداللہ صاحب، مکرم پیر ہارون الرشید صاحب، مکرم چوہدری فضل داد صاحب، مکرم چوہدری محمد احمد بوبک صاحب، مکرم حسن دین صاحب، مکرم میجر بشیر صاحب، مکرم سردار ملاح صاحب، مکرم گل خان صاحب، مکرم محمد علی صاحب، مکرم عبدالستار صاحب، مکرم ڈاکٹر سراج الدین صاحب، مکرم لئیق صاحب، مکرم شریف صاحب، بیلدار سوہنی صاحب، ماشکی چراغ صاحب اور بابا شادی شامل تھے۔

اس کے بعد تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی کے صدر مکرم عرفان احمد خان صاحب نے حاضرین مجلس کو جرمنی میں ایسوسی ایشن کی مساعی سے آگاہ کیا۔

چائے کے وقفے کے بعد اس نشست کے دوسرے دور یعنی نعتیہ مشاعرے کا آغاز ہوا، جس میں مکرم چوہدری صفدر علی صاحب، مکرم مقصود الحق صاحب، مکرم عامر امیر صاحب، مکرم فاروق محمود صاحب، مکرم مرغوب احمد دہلوی صاحب، مکرم مبارک احمد ظفر صاحب، مکرم جمیل الرحمن صاحب، مکرم آدم چغتائی صاحب، مکرم سید نصیر احمد شاہ صاحب، مکرم عطاء المجیب راشد صاحب، مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب اور مکرم ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب نے اپنا حمدیہ و نعتیہ کلام پیش کیا۔ محترم صدر ایسوسی ایشن کی ہدایت پر نعتیہ مشاعرے میں خاکسار (مبارک احمد صدیقی) نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیے۔

مشاعرے کے اختتام پر مکرم صدر صاحب تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ نے معزز مہمانِ خصوصی، شعرائے کرام، جملہ حاضرین نشست کے منتظمین اور ضیافت ٹیم کا شکریہ ادا کیا۔ اور ممبران کو بتایا کہ اب تک خدا تعالیٰ کے فضل سے برطانیہ میں کالج کے 170 سابق طلبہ سے رابطہ کر لیا گیا ہے۔ اور یہ تعداد اللہ کے فضل سے بڑھ رہی ہے۔ آپ نے ممبرانِ ایسوسی ایشن کو حضورِ انور کی ہدایات کا حوالہ دیتے ہوئے پاکستان میں مستحق اور نادار احمدی طلبہ کی مالی اعانت کے طرف توجہ دلائی۔ دعا کے ساتھ اس تقریب کا اختتام ہوا۔ نماز عشاء کے بعد مختلف گروپ فوٹو زبھی ہوئے۔ جس کے بعد جملہ حاضرین محفل کو عشائیہ پیش کیا گیا۔ ☆☆☆

تعلیم الاسلام کالج کے مرحوم اساتذہ اور کارکنان کا ذکرِ خیر

پروفیسر پرویز پروازی

مکرم پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے بی اے آنرز اور اورینٹل کالج لاہور سے ایم اے کیا۔ پنجاب یونیورسٹی سے اردو ادب میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ تعلیم الاسلام کالج اور گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں پروفیسر رہے۔ جاپان اور سویڈن کی یونیورسٹیز سے بھی منسلک رہے۔ آپ ان دنوں کینیڈا میں مقیم ہیں۔ سینکڑوں مضامین اور درجن بھر کتابوں کے مصنف و مرتب ہیں۔ زبان و بیان میں ایک منفرد اور خاص اسلوب رکھتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ مضامین پر آپ کا نام نہ بھی لکھا ہو تو بھی صاف پہچانا جاتا ہے کہ آپ ہی کی تحریر ہے۔ تاہم آپ کا کہنا ہے کہ اگر میری تحریر میں کوئی خوبی ہے تو اساتذہ کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔

اگرچہ آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ مگر تعارف لکھنے بیٹھیں تو صفحات تنگیٔ داماں کی شکایت کرتے ہوئے دِکھائی دیتے ہیں۔ تنگیٔ داماں کی بعینہٖ مجبوری ان کے اس گرانقدر مقالے کی اشاعت میں ”المنار“ کو بھی درپیش ہے۔ جسے قارئین المنار کے لئے بہ امرِ مجبوری 2 اقساط میں پیش کیا جارہا ہے۔ مگر اس کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے اور وہ یہ کہ آپ ان کے اس مقالے کی لذّت سے فقط اس بار ہی نہیں بلکہ آئندہ شمارے میں بھی لطف اندوز ہوسکیں گے۔ انشاء اللہ

الفضل ربوہ نے جب خلیفۃ المسیح الثالثؒ نمبر شائع کیا تو میرا ایک شعر حضرت اقدس کی تصویر کے نیچے درج کیا اور اب تک جہاں تہاں حضور کی تصویر کے نیچے درج ہوتا ہے۔ آنکھیں کہ جیسے نور کی ندی چڑھی ہوئی۔ چہرہ کہ جیسے پھول کھلا ہو گلاب کا۔ میں کالج کے مرحوم اساتذہ کا ذکر اسی پرنور چہرے والے وجود سے شروع کر رہا ہوں

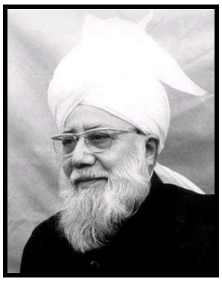

میں نے پہلی بار قادیان میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کو دیکھا تو وہ ہمارے اطفال الاحمدیہ کے اجتماع میں مہمان خصوصی کے طور پر تشریف لائے تھے۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ حضرت میاں صاحب انگلستان سے پڑھے ہوئے ہیں اور ایم اے آکسن ہیں۔ آکسن آکسفرڈ کے فارغ التحصیل طلبا کو کہا جاتا ہے۔ ہمیں یہ تو اندازہ نہیں تھا کہ آکسفرڈ کوئی بہت بڑی اور مشہور یونیورسٹی ہے مگر کسی شخص کا انگلستان پلٹ ہونا ہی اس کی شخصیت کا رعب ڈالنے کو کافی تھا۔ ہمارے سامنے جو انگلستان پلٹ آدمی تھا اس کے لب و لہجہ یا لباس و اطوار سے کوئی غیر معمولی صاحبیت کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ نہ ہی یہ مترشح ہوتا تھا کہ یہ شخص تعلیم الاسلام کالج کا پرنسپل ہے اور پرنسپل تو بہت بڑا آدمی ہوتا ہے۔

اس کے بعد مرزا ناصر احمد صاحب کو ربوہ میں اس وقت دیکھا جب ہم حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے ساتھ خدمت کر رہے تھے۔ میاں صاحب لاہور سے آتے، اپنے عموں صاحب کی خدمت میں حاضری دیتے اور پھر کالج کی تعمیر کی نگرانی کے لئے کالج کی طرف چلے جاتے۔ ایک سائیکل اور چھتری ان کا کل سامان ہوتا تھا۔ کالج بن گیا تو ہم کالج میں داخل ہو گئے اور کالج میں چار سال بہ طور طالب علم گذارے اور سولہ سال بہ حیثیت لیکچرار اور پروفیسر۔

قادیان کے زمانے سے ہی اس کالج کی شاندار تعلیمی روایات کا آغاز ہوا اور جتنے اساتذہ اس ادارہ میں آئے وہ سب کے سب اپنے اپنے مضمون کے ماہر اور اپنی دینداری میں دوسروں کے لئے مشعل راہ تھے۔ پروفیسر اخوند عبدالقادر صاحب محترم میاں عطاء الرحمن، چوہدری محمد علی، استاذی المحترم صوفی بشارت الرحمن، استاذی المحترم پروفیسر محبوب عالم خالد، محترم پروفیسر حبیب اللہ خان، ڈاکٹر سید سلطان محمود شاہد۔ اب ان اساتذہ میں صرف استاذی المحترم چوہدری محمد علی صاحب اور ڈاکٹر سید سلطان محمود شاہد بفضلہ حیات ہیں۔ اللّٰھم متعنا بطول حیاتہم۔ یہ اساتذہ لاہور میں اور پھر ربوہ میں کالج کے ساتھ وابستہ رہے اور طلبا نے ان علمی شخصیتوں سے کما حقہ، فائدہ اٹھایا۔ اپنے کالج میں ایسے نابغوں کو اکٹھا کر لینا اور انہیں ایک ہمہ وقت مستعد ٹیم کی صورت دے دینا حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد کا کمال تھا۔ ہم نے ان سینئر اساتذہ کو پرنسپل صاحبزادہ مرزا ناصر احمد کی ماتحتی کرتے نہیں دیکھا ان سے محبت کرتے دیکھا ہے۔ ہمارے سامنے کا زمانہ تو ربوہ کا زمانہ ہے کالج کی سٹاف میٹنگ ہو یا درس و تدریس کے سلسلہ کی کوئی میٹنگ یہ اساتذہ پرنسپل کے سامنے یوں محبت سے بات کرتے تھے جیسے پرنسپل سے نہیں کسی محبوب سے بات کر رہے ہوں لہجہ میں خلوص باتوں میں ادب، مشورہ میں انکساری، اختلاف میں حیا اور پھر فیصلوں پر مستعدی سے عمل پیرا ہو جانے کا عزم صمیم! کالج کے اساتذہ کی یہ روایتیں ہی کالج کو نیک نام بنانے میں مد ہوئیں۔

تقسیم ملک کے وقت پنجاب کی تقسیم سے جو قیامت صغریٰ برپا ہوئی اس سے سب لوگ ہی متاثر ہوئے اور کالج بھی اجڑ کر در بدر ہو گیا۔ قادیان میں اس کالج کی عظیم الشان عمارت تھی لاہور میں پہلے پہلے ایف سی کالج کے قریب کے متروکہ اصطبل میں کالج کا آغاز ہوا۔ بعد کو ڈی اے وی کالج کی متروکہ عمارت کالج کو الاٹ ہوئی۔ متروکہ عمارت تھی اور ہر لحاظ سے متروکہ تھی۔ دروازے کھڑکیاں غائب۔ دیواریں کہیں کھڑی کہیں سرنگوں غرض عجیب بے سروسامانی کے عالم میں کالج شروع ہو گیا اور وہی بوسیدہ لٹی پٹی عمارت معتبر ہو گئی۔ مرے خدا مجھے اتنا تو معتبر کر دے میں جس مکان میں رہتا ہوں اس کو گھر کر دے۔ لاہور کے زمانہ میں کالج کی نیک نامی کا وہ چرچا تھا کہ غریب اور ذہین طالب علم جو خود کو معاشرے میں بے سہارا محسوس کرتے تھے کھچ کر کالج کی طرف آ جاتے اور پرنسپل کی ایک مسکراہٹ ان کے سارے مسائل حل کر دیتی۔

لاہور کے کالجوں کی ایک روایت یہ تھی کہ کوئی نہ کوئی کالج کسی خاص کھیل میں نامور ہوجاتا تھا اور پھر اپنا اعزاز برقرار رکھنے کی سرتوڑ کوشش کرتا تھا۔ تعلیم الاسلام کالج اور اسلامیہ کالج میں روئنگ کے مقابلوں کا رن پڑتا تھا یہاں بھی ایسی ہی تناؤ کی کیفیت ہوتی مگر دونوں پرنسپل مقابلہ کے وقت موجود ہوتے اور طلبا بڑے لحاظ ملاحظہ سے رہتے۔ جھگڑے تو شاید ہوئے ہوں سر پھٹول اور مار پیٹ تک نوبت نہیں پہنچتی تھی۔ یہ بات اسلامیہ کالج کے سابق پرنسپل اور پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر حمید احمد خان نے خود مجھ سے کہی کہ روئنگ کے مقابلوں کا فائنل دن تھا اور تعلیم الاسلام کالج پچھلے دو سال سے چیمپئن چلا آ رہا تھا اب کے برس جیتنے کا مطلب یہ تھا کہ تعلیم الاسلام کالج ٹرافی کا مستقل مستحق ہو جائے گا اس لئے میں نے اپنے کھلاڑیوں سے کہا کہ اگر آج آپ لوگ تعلیم الاسلام کالج کی ٹیم کو شکست دے دیں تو میں تمہیں دو سو روپے انعام دوں گا۔ یہ خبر تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل مرزا ناصر احمد صاحب تک پہنچی تو انہوں نے بھی یہ اعلان کیا کہ اگر اسلامیہ کالج کی ٹیم ان کی ٹیم کو شکست دے دے گی تو وہ بھی اسلامیہ کالج کی ٹیم کو دو سو روپے انعام دیں گے۔ یہ خبر سن کر ماحول کا سارا تناؤ دور ہو گیا اور دونوں ٹیموں نے جان توڑ مقابلہ کیا مگر تعلیم الاسلام کالج کی ٹیم نے مقابلہ جیت لیا۔ دونوں مخالف ٹیموں کے کھلاڑی سر جھکا کر مرزا صاحب کے سامنے آئے اور ان سے پیار شاباش اور تھپکی لی۔ تعلیم الاسلام کالج مدتوں روئنگ کا چیمپئن رہا۔ اس کے بعد

آں قدح بشکست وآں ساقی نماند۔

زرعی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ظفر علی ہاشمی کالج سے مضبوط تعلق رکھتے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ سارے پنجاب میں ایک ہی کالج ہے جس کا نام سامنے آئے تو اس کے پرنسپل کا چہرہ آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتا ہے۔

اور اس سلسلہ کے تو بے شمار واقعات ہیں کہ لوگ اپنے بچوں کو پکڑ کر تعلیم الاسلام کالج میں لے آتے اور پرنسپل کے سپرد کرکے نچنت ہو جاتے کہ اب ہمارے بچے کی بے راہ روی کا کوئی خدشہ نہیں اور اب وہ پڑھائی میں بھی سست نہیں رہے گا۔

طالب علمی کے زمانہ میں تو ہم نے خاصی شرافت سے وقت گذارا اور سوائے جرمانوں کے اور کوئی سزا نہیں پائی اور جرمانے بھی حضرت پرنسپل صاحب کی مہربانی اور دریا دلی سے معاف ہو جاتے رہے۔ البتہ سٹاف پر آجانے کے بعد ہم لوگ ایک عجیب جرم میں پکڑے گئے۔ عصر کے بعد جب کالج بند تھا لیبارٹریاں وغیرہ بھی بند ہو چکی تھیں ہمارے ایک دوست لاہور سے آئے ہوئے تھے اور ہم ان کے ساتھ بایالوجی لیبارٹری کے سامنے والے لان میں کرسیاں بچھائے بیٹھے اور مزے سے سگرٹ نوشی کر رہے تھے۔ یکا یک ایک دوست نے جن کا رخ لیبارٹری کی طرف تھا زور سے نعرہ لگایا ارے میاں صاحب! ہماری تو جان نکل گئی۔ یہ تو سان گمان میں بھی نہ تھا کہ اس وقت میاں صاحب اپنی کوٹھی سے نکل کر اسی برآمدہ میں آجائیں گے جس کے سامنے ہم نے دھواں دار گھٹائیں چھوڑ رکھی تھیں۔ سب نے مڑ کر دیکھا۔ میاں صاحب نے اپنا بایاں ہاتھ بائیں کنپٹی پر شیلڈ کی طرح رکھا ہوا تھا اور بغیر ادھر ادھر دیکھے سیدھے کالج کے دفتر کی طرف جا رہے تھے گویا آپ نے ہمیں دیکھا ہی نہیں تھا۔ سب کا خیال تھا کہ اگلے روز جواب طلبی ہوگی۔ کچھ بھی نہیں ہوا۔ ہاں اتنا ضرور ہوا کہ ہم لوگوں نے کالج کے ماحول میں سگریٹ نوشی چھوڑ دی۔

تعلیم الاسلام کالج پہلا کالج تھا جس نے کل پاکستان اردو کانفرنسوں کا اہتمام کیا اس میں حضرت مرزا ناصر احمد نے یہ سلوگن وضع کیا کہ ''اردو ہماری قومی ہی نہیں مذہبی زبان بھی ہے''۔ اب تو یہ بات ایک زمانے پر آشکار ہے کہ حضرت مرزا ناصر احمد کو مناسب سلوگن سوچنے کا خاص ملکہ تھا ان کا سلوگن ''LOVE FOR ALL HATRED FOR NONE محبت سب سے نفرت کسی سے نہیں'' اب سارے عالم میں گونجتا ہے۔

کالج میں روس کے سائنسدان آئے۔ امریکہ کے اہل علم آئے۔ ہماری اپنی عدالت ہائے عالیہ کے جج صاحبان آئے۔ علماء آئے کبراء آئے سفراء آئے اور ان سب کو ربوہ لانے کا باعث تعلیم الاسلام کالج اور کالج کے پرنسپل مرزا ناصر احمد تھے۔ ان کی قائم کردہ روایتیں ان کے بعد بھی کالج والوں نے جاری رکھیں۔

ہمارے پڑوسی کالج گورنمنٹ کالج سرگودھا کے پرنسپل خان عبدالعلی خان گرم مزاج پٹھان تھے پہلی بار سرگودھے کالج کے پرنسپل بن کر آئے تو آتے ہی اپنا پستول سامنے میز پر رکھ دیا کہ طالب علموں پر رعب رہے۔ پروفیسر غلام جیلانی اصغر جو حضرت مرزا ناصر احمد کے ساتھ محبت کا تعلق رکھتے تھے فرمایا کرتے تھے علی خان کا پستول لڑکوں کو خوف زدہ نہیں کر سکا مگر مرزا ناصر احمد کی میز پر کاغذ کاٹنے والا چاقو بھی نہیں ہوتا تھا تب بھی لڑکے ان سے دبتے اور خوف کھاتے تھے۔

حضرت صاحب کی وفات کے بعد لندن میں ایک غیر احمدی آرکیٹکٹ دوست نے مجھ سے کہا تھا کہ ''مرزا ناصر احمد جماعت احمدیہ کے شاہجہان تھے انہیں عمارتوں سے خاص شغف تھا''۔ ہم نے تو کالج کی تعمیر میں ان کا شغف دیکھا ہوا تھا اس لئے ان کی بات ہمیں زیادہ سمجھ میں آئی۔ کالج کی اکثر عمارت تو کالج کے شروع ہو جانے کے بعد مکمل ہوئی ہال کی چھت پڑنے کا سماں تو اب تک آنکھوں کے سامنے ہے سینکڑوں مزدور اپنے کام پر مستعد ہیں شٹرنگ پڑ چکی ہے اب لنٹل پڑنے کا وقت ہے کہ مغرب سے گھٹا ٹوپ گھٹا اٹھی اور سب کے رنگ فق ہو گئے کہ اگر بارش ہوگئی تو سب کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔ مگر حضرت مرزا ناصر احمد چھت پر کھڑے ہیں اور اسی انہماک سے کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔ قریب کے لوگ کہتے ہیں کہ ان کے لبوں پر دعا ہے اور ایک آدھ بار آنکھ اٹھا کر بادلوں کی طرف بھی دیکھتے ہیں مگر انہیں جیسے یقین ہے کہ یہ بادل ان کا کام خراب نہیں کر سکتے۔ سنا ہے انہوں نے ایک بار انگلی اٹھا کر بادلوں کی طرف اشارہ کیا یہ گویا بادلوں کو دور ہٹ جانے کا حکم تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کی بات نہیں ٹالی گھٹا تلی کھڑی رہی پانی کا ایک قطرہ نہیں برسا۔ لنٹل کا کام مکمل ہو گیا تو سب کی جان میں جان آئی۔ بادل برس جاتا تو لنٹل کی توانائی کو بہا لے جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خادم کی بات سن لی۔ جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور۔ ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے۔ ہم نے اپنے پرنسپل کے ہاتھوں بھی معجزے ہوتے دیکھے ہیں۔

میں آج آپ سب لوگوں کے سامنے اس بات کا اظہار کر رہا ہوں کہ اس پہلی بیعت کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی آواز اس مرزا ناصر احمد کی آواز نہیں تھی جس کو ہم جانتے پہچانتے تھے ہمارا جانا پہچانا مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث کے پیرہن میں گم ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ ایک اور نظارہ کا بھی میں گواہ ہوں۔ پروفیسر حمید احمد خاں جو پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے اور حضرت مرزا ناصر احمد کے پرانے شناسا تھے حضور کو ملنے کے لئے آئے۔ حضور نے انہیں دوپہر کے کھانے پر مدعو فرما لیا اور ساتھ میں مجھے اور چوہدری محمد علی صاحب کو بھی کھانے میں شرکت کی دعوت دی۔ پروفیسر حمید احمد خاں کوئی تین گھنٹے تک حضور کی خدمت میں حاضر رہے۔ کھانا ہوا باتیں ہوتی رہیں۔ جب پروفیسر صاحب رخصت ہونے لگے تو حضرت صاحب نیچے ان کی کار تک تشریف لائے اور اپنے پرانے دوست اور رفیق کار کی کار کا دروازہ خود کھولا۔ خان صاحب بیٹھ گئے کار روانہ ہوئی تو پروفیسر حمید احمد خاں نے میری طرف دیکھا اور فرمایا ''پروازی یہ وہ مرزا ناصر احمد تو نہیں رہے''۔ یہ گواہی ایک پرانے رفیق کار کی تھی جو ان کے مدتوں کے رفیق رہے تھے۔

میں تو اپنے دوستوں سے برملا کہا کرتا تھا اور کہتا ہوں کہ میں اس بات کا گواہ ہوں کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور ہم نے اس کا نظارہ تین بار اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

حضرت صاحب کی ایک عادت کا ذکر کر دوں شاید کسی کے کام آجائے۔ دعوتوں میں حضور اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے دوستوں کے چھوڑے ہوئے روٹی کے ٹکڑوں میں سے ایک دو ٹکڑے اہتمام سے کھایا کرتے تھے۔ میں نے ایک بار اپنی نادانی میں پوچھ لیا میاں صاحب آپ بچے کھچے ٹکڑے کیوں کھاتے ہیں؟ خندہ فرمایا اور کہا تمہیں حضرت اقدس مسیح موعود کا وہ شعر یاد ہے لفاظات الموائد کان اکلی/ فصرت الیوم مطعام الاہالی؟ میں نے شعر پڑھا (اس کا ترجمہ یہ ہے۔ ایک وقت تھا کہ دستر خوان کے بچے کھچے ٹکڑے مجھے کھانے کو ملتے تھے اور اب خاندانوں کے خاندان میرے دستر خوان سے متمتع کرتے ہیں) فرمانے لگے بس حضور کی سنت کی پیروی کرتا ہوں اور اس طرح تحدیث نعمت بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے کی بات کس طرح پوری کی اور ہم اپنی آنکھوں سے اس کا نظارہ دیکھ رہے ہیں۔

حضرت مرزا ناصر احمد کے بعد دوسرے باقاعدہ پرنسپل حضرت قاضی محمد اسلم صاحب تھے۔ میاں صاحب کے استاد بھی تھے اور جانشین بھی۔ سبحان اللہ کیا بے نفس اور عالم وجود تھے

پھلوں سے لدے ہوئے پیڑ کی طرح منکسر، مطمئن اور سراپا عطا۔قاضی صاحب برصغیر ہند و پاکستان کے نامور ماہر تعلیم، فلسفی اور ماہرِ نفسیات تھے۔علی گڑھ یونیورسٹی اور کیمبرج یونیورسٹی کے پڑھے ہوئے تھے گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل اور پنجاب کے ڈی پی آئی رہے۔پنجاب یونیورسٹی میں فلسفہ ونفسیات کا شعبہ قائم ہؤا تو قاضی صاحب اس کے پہلے صدر شعبہ مقرر ہوئے۔وہاں سے ریٹائر ہوئے تو کراچی یونیورسٹی نے ان کی خدمات طلب کر لیں وہاں سے فارغ ہوئے تو اپنے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے کمزور صحت کے باوجود تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پرنسپل بن کر آ گئے۔آج اس نابغۂ روزگار شخص کا نام زبان پر آیا ہے تو ان کے علم اور ان کے حلم کی خوشبو چاروں طرف محسوس ہو رہی ہے۔

قاضی صاحب نے سرکاری ملازمت میں ہونے کے باوجود جماعت احمدیہ سے نہایت مضبوط اور فعال تعلق قائم رکھا۔قادیان کے ہر جلسہ سالانہ پر ان کی تقریر ہوتی تھی زیادہ تر ان کا موضوع ہستیء باری تعالیٰ ہوتا تھا کیونکہ دور حاضر میں دہریت کا فسوں ہر آزاد خیال کو اپنی طرف کشش کرتا تھا قاضی صاحب ہر سال ایک نئے انداز سے اس موضوع پر روشنی ڈالتے اور پھر ان کی تقریر چھپ کر لوگوں کی ہدایت کا سامان بنتی رہتی۔تعلیم الاسلام کالج کے سابق پرنسپل قبلہ چوہدری محمد علی صاحب قاضی صاحب ہی کے فیضانِ صحبت سے احمدی ہوئے تھے۔ان سے کسی نے پوچھا تھا آپ احمدی کیوں ہوئے تو ان کا کہنا تھا قاضی محمد اسلم جیسا پڑھا لکھا اور روشن خیال آدمی کبھی غلط نہیں ہوسکتا یہ ہماری کم نظری ہے کہ ہمیں وہ باتیں نظر نہیں آتیں جو ان کو نظر آ گئی ہیں۔یعنی قاضی صاحب کا وجود باجود ہی احمدیت کی صداقت کی ایک دلیل تھا۔مگر اتنی علمی وجاہت کے باوجود اس شخص میں اتنی خاکساری تھی کہ دیکھنے میں وہ شخص ہر کہہ ومہ سے اسکی سطح پر اتر کر بات کرتا تھا اور اس کی بات دلوں میں اترتی تھی۔

نامور ادیب اور غالب شناس سرکاری افسر جناب آفتاب احمد نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہے کہ ایک بار برنڈرسل کی کسی کتاب پر پاکستان ٹائمز میں ایک تبصرہ چھپا۔پطرس بخاری اس وقت گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل تھے۔تبصرہ کے نیچے مبصر کا نام نہیں تھا صرف ایم اے کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔پطرس نے قاضی صاحب سے عندالملاقات کہا کہ رسل کی کتاب پر آپ کا تبصرہ بہت عمدہ ہے۔ قاضی صاحب نے کہا وہ تبصرہ تو میرا لکھا ہؤا نہیں میرے شاگرد ڈاکٹر محمد اجمل کا لکھا ہؤا ہے۔پطرس کہنے لگے ''اچھا؟ میں تو سمجھتا تھا کہ ہمارے ہاں آفتاب فلسفہ صرف آپ ہی ہیں۔'' قاضی صاحب نے فرمایا ''جی آپ درست فرماتے ہیں میں ڈوبتا ہؤا سورج ہوں اجمل چڑھتا ہؤا سورج ہے''۔ یہ استادانہ حوصلہ کسی کسی استاد میں ہوتا ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کو ایسا خراج تحسین ادا کر سکے۔میں تعلیم الاسلام کالج میں حضرت قاضی صاحب کے ماتحت رہا ہوں میں جانتا ہوں کہ وہ اپنے رفقا کو اپنی تعلیمی قابلیت بڑھانے کے لئے ترغیب دیتے رہتے تھے۔ان کی چٹیں سٹاف میں بہت مقبول ومرغوب تھیں جب بھی وہ کسی مسئلہ سے دوچار ہوتے فوراً متعلقہ مضمون کے استاد کو ایک چٹ بھیجتے کہ فلاں موضوع پر آپ کو ریسرچ کرنی چاہیئے۔ یا فلاں موضوع کی طرف آپ کو توجہ دینی چاہیئے۔ان کی زیادہ تر چٹیں ان اساتذہ کی طرف ہوتی تھیں جو ریسرچ کی طرف توجہ کر رہے تھے میں بھی ان چٹوں کا مورد تھا اور میں نے وہ چٹیں سینت سنبھال کر رکھی ہوئی تھیں مگر حیف کہ پاکستان سے ہجرت کے وقت وہ چٹیں ضائع ہو گئیں۔

قبلہ قاضی صاحب اپنے شاگردوں کی نظر میں کتنے مقبول ومحترم تھے اس کا ایک نظارہ ہم نے اس وقت دیکھا جب سرگودھے کے کمشنر شیخ محمد حسین بزم اردو کے افتتاح کے لئے کالج میں آئے۔شیخ صاحب گورنمنٹ کالج میں قاضی صاحب کے شاگرد رہے تھے۔کالج میں داخل ہوتے ہی اپنی گاڑی سے اتر گئے کہ میں اپنے استاد کے سامنے گاڑی میں بیٹھ کر نہیں جا سکتا۔خاصی دور تک پیدل چل کر گئے اور قاضی صاحب کے قدموں میں جھک کر انہیں سلام کیا اور ان سے تھپکی لی۔ایسی محبتیں ہر استاد کو نصیب نہیں ہوتیں۔ڈاکٹر وزیر آغا صاحب بھی جو ہمارے تمام پرنسپلوں کے ساتھ بے تکلف تھے قاضی صاحب کے سامنے لئے دئے رہتے تھے کہ میرے استاد ہیں۔وزیر کوٹ میں ان کو کھانے پر بلایا تو اتنا اہتمام کیا کہ باید وشاید۔سرگودھے کے تمام امرا اور علما کو مدعو کیا کہ میرے استاد کی دعوت ہے شرکت کیجئے۔

قبلہ قاضی صاحب کا اسوہ یہ تھا کہ اپنے شاگردوں اور دوستوں رفیقوں کی جائز مدد اور سفارش کے لئے ہر دم تیار رہتے تھے۔لاہور پنجاب کا صدر مقام ہے اس لئے دارالحکومت ہونے کی وجہ سے لوگ اپنے کام کے سلسلہ میں قاضی صاحب کو تکلیف دیتے رہتے تھے۔ اور اکثر سرکاری افسر کیا وزیر کیا سکرٹری سب ان کے شاگرد تھے۔جائز کام کے لئے سفارشی خط ضرور دیتے تھے بلکہ جانے کا موقع ہوتا تو خود جا کر کام کرواتے تھے۔

قاضی صاحب کی زندگی نہایت سادہ تھی جس میں کسی قسم کا کوئی طمطراق نہیں تھا۔لباس بھی سادہ مگر صاف ستھرا۔ہم نے قاضی صاحب کو اکثر کیمبرج کا بلیزر پہنے دیکھا فرماتے تھے اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ جوانی یاد آتی رہتی ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ہر رنگ کی پتلون کے ساتھ پہنا جا سکتا ہے۔ان کے پاس سوٹ بھی ایک آدھ ہی تھا اور شیروانی بھی ایک ہی تھی البتہ ٹوپی ضرور اوڑھتے تھے۔ہم نے ان کے سکرٹری ایجوکیشن ہونے کے زمانہ کی ایک تصویر دیکھی تھی اپنے وزیر کے ساتھ کیبینٹ میٹنگ میں بیٹھے تھے اور ایک سادہ سی بش شرٹ زیب تن تھی باقی افسران قسما قسم کے لباسوں میں تھے قاضی صاحب نہایت اطمینان سے اپنے سادہ لباس پر مطمئن بیٹھے تھے۔ان کے کھانے پینے کی عادات بھی سادہ تھیں۔ربوہ میں تھے تو ہاسٹل میں پکے ہوئے کھانے پر اکتفا کرتے تھے ان کے گھر میں بھی ایک دو بار کھانے کے وقت حاضر ہونے کا موقع ملا۔ان کا کھانا سادہ سالن اور روٹی یا شام کو خشکہ اور دال یا ذرا سا قیمہ۔بس یہ ان کی ڈنر پلیٹ تھی۔دعوتوں میں اول تو جاتے نہیں تھے مگر جانا ناگزیر ہوتا تو صرف ایک کھانے میں ہاتھ ڈالتے۔قاضی صاحب سے ہم نے ایک اور سبق بھی سیکھا۔ڈاکٹر کی ہدایات پر پورا عمل کرتے اور دوا لینے میں خاص احتیاط کرتے اور ڈاکٹر کی ہدایات کو ملحوظ رکھتے فرماتے تھے یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنی طرف سے معالج کی بات مانو دوا وقت پر اور احتیاط سے استعمال کرو پھر شفا کے لئے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔ یہ اصل توکل ہے۔قاضی صاحب اس بات پر عمل پیرا تھے مگر آخری بیماری میں تو زیادہ دوا درمن کی نوبت نہیں آئی۔ دیکھتے دیکھتے ایک دو دن ہی میں چٹ پٹ ہو گئے۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔قاضی صاحب کا جنازہ ربوہ لایا گیا تو ان دنوں میرے پاؤں کی ہڈی کا فریکچر ہو گیا تھا میں بیساکھی کے سہارے ان کے جنازے میں شامل ہؤا اور تدفین تک موجود رہا۔امبیسیڈر منصور ان کے صاحبزادے کہنے لگے آپ نے بہت تکلیف کی۔ میں نے کہا قاضی صاحب سے محبت کا تعلق ایسا ہے کہ اگر خدا نخواستہ سٹریچر پر بھی آنا پڑتا تو میں حاضر ہوتا۔

آخری عمر میں پلنگ پر لیٹے پڑھتے یا لکھتے رہتے تھے۔ان کے یونیورسٹی کے زمانہ کا ایک سٹینو ان کا مرید تھا وہ ان سے ڈکٹیشن لینے آ جاتا تھا اور ان کے مضامین ٹائپ کر دیتا تھا۔اخباروں میں چھپنے والے مسائلِ حاضرہ پر ان کی گہری نظر تھی کوئی بات ان کے مسلک کے خلاف ہوتی تو فوراً جواب دیتے یا کسی رفیق کار کو جواب دینے کو کہتے۔ حضرت اقدس کی بہت سی کتابوں کا ترجمہ انگریزی میں کرنے کی توفیق پائی اور قاضی محمد اسلم جیسی انگریزی بھلا اور کوئی کیا لکھے گا! اسی طرح دیگر علما کے تراجم پر نظر ثانی کا موقعہ انہیں ملا۔حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثالثؒ ان کے شاگرد تھے اور ہمیشہ ان سے اسی احترام سے پیش آتے جو کسی استاد کا حق ہوتا ہے مگر ہم نے قاضی صاحب کو حضرت صاحب کا پورا احترام ملحوظ رکھتے پایا۔سر جھکا کر نہایت ادب سے حضور کے ارشادات سنتے اور ہمہ تن تعمیل پر مستعد ہو جاتے۔ایسے نابغہء روزگار کبھی کبھی ہی پیدا ہوتے ہیں اور ہماری خوش بختی ہے کہ ہم نے ان کو دیکھا اور ان کے ماتحت کام کیا ہے۔

(باقی آئندہ)

ہِگز بوسون

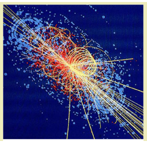

یہ کیا عجیب وغریب نام ہے اور دنیا بھر کے 10 ہزار سائنسدان کیوں شہد کی مکھیوں کی طرح اپنے سائنسی چھتے میں اس کی خاطر مصروفِ عمل تھے؟ اسے خدائی طاقت والا عنصر (God Particle) کیوں کہا جاتا ہے جس کی کھوج میں اربوں ڈالر پانی کی طرح بہائے گئے؟ اگر آپ کو نہیں معلوم تو جان لیجئے کہ فرانس اور سوئٹزرلینڈ کی سرحد پر زمین کی 574 فٹ گہرائی میں 27 کلومیٹر لمبی تجربہ گاہ Cern ہے۔ جسے کئی لوگ جوہری طبیعات اور تخلیقِ کائنات کے راز تلاش کرنے والے دیوانوں کی غار بھی کہتے ہیں۔ یہاں کام کرنے والے سائنسدان گزشتہ ہفتے خوشی سے تمتماتے ہوئے چہرے کے ساتھ یہ اعلان کررہے تھے کہ تخلیقِ کائنات کا کلیدی کردار اور مخفی راز جس کی تلاش میں ہم ایک مدت سے سرگرداں تھے، اس راز کو ہم نے پالیا ہے۔ سائنسدانوں کے اس دعوے کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ہمیں Big Bang تھیوری کا علم ہو۔ سائنسدانوں کے مطابق قریباً 15 ارب سال قبل کائنات ایک بہت بڑے گولے کی شکل میں تھی۔ پھر یہ گولہ اپنی اندرونی قوت کے دباؤ سے پھٹ کر بکھر گیا اور کئی کروڑ سال تک کائنات میں صرف توانائی بکھری رہی۔ جو رفتہ رفتہ درجہ حرارت کم ہونے کے بعد سورج، چاند ستاروں اور دیگر اشکال میں ڈھل گئی۔ مگر تشکیل کے اس عمل میں "ہگز بوسون" نامی God پارٹیکل (یا ریزۂ اُولیٰ) نے مرکزی کردار ادا کیا۔ اُس وقت سب عناصر خلا میں تیر رہے تھے اور ان ذرّات کا نہ تو کوئی وزن تھا اور نہ ہی ان میں کوئی باہمی کشش پائی جاتی تھی۔ ایسے میں یہ God Particle (یا ہگز بوسون) پلک جھپکنے میں بھاری توانائی لے کر آیا اور ان بے وزن عناصر کو Mass یعنی کمیت اور وزن دے کر غائب ہوگیا یا اپنی حالت اور ہیئت تبدیل کر گیا۔ اس کے نتیجے میں عناصر میں جو وزن، کمیت اور ثقلی کششِ پیدا ہوئی وہ انہیں باہم مربوط اور متحد کرنے کا موجب بنی اور بالآخر یہ حیرت انگیز کائنات وجود میں آگئی۔ جوہری طبیعات کا یہ نظریہ سب سے پہلے برطانیہ کی ایڈن برگ یونیورسٹی کے ایک سائنسدان پیٹر ہگز نے Higgs 1964 میں پیش کیا تھا۔ چنانچہ اسی سائنسدان کے نام پر اس تصوراتی ذرے کو "ہگز بوسون" کا نام دیا گیا۔ اس نظریے میں کہا گیا ہے کہ ہر وہ چیز جس کا کوئی جسم ہے، خواہ وہ ٹھوس، مائع یا گیس ہے، اس کے اندر ایک God پارٹیکل موجود ہے جو نا قابلِ بیان توانائی اور کشش کا حامل ہے۔ ایٹم کو بھی اسی God Particle نے اکٹھا کر رکھا ہے۔ چنانچہ سائنسدان اسی بھاری توانائی اور تخلیقی صفات کے حامل (God Particle Higgs Boson) نامی ذرۂ اُولیٰ کی کھوج میں تھے، جسے ان کے بقول انہوں نے دریافت کرلیا ہے۔

یہ کیسے دریافت ہوا؟ اسے جاننے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس بات کا علم ہو کہ عناصر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ مستحکم اور غیر مستحکم۔ مثلاً پروٹون مستحکم عنصر ہے جس کا وجود کھربوں سال تک قائم رہتا ہے۔ جبکہ "ہگز بوسون" جیسے غیر مستحکم پارٹیکلز روشنی کی سپیڈ سے ٹکرانے والے ذرّات کے ٹکراؤ سے ایک سیکنڈ سے بھی کم لمحے کے لئے پیدا ہوتے ہیں اور پھر یا تو معدوم ہوجاتے ہیں یا کسی اور ہیئت اور حالت میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔ Cern لیبارٹری میں دنیا کے 100 سے زیادہ ممالک کے قریباً 10 ہزار سائنسدان کام کررہے ہیں۔ ان سائنسدانوں نے منی بگ بینگ تجربے کے دوران پروٹون کی بجائے Led یعنی سیسے کے ایٹمز کو روشنی کی رفتار کے ساتھ آپس میں ٹکرایا۔ جس سے سورج کے مرکز سے 10 لاکھ گنا زیادہ حرارت پیدا ہوئی اور کمیت و وزن (یعنی Mass) پیدا کرنے والے کچھ انتہائی لطیف ذرات کا مشاہدہ بھی کیا گیا۔ اس تخلیق ذرّے (یعنی God Particle) کی موجودگی کے شواہد اکٹھے کرنے کے لئے سائنسدانوں نے "اٹلس" اور "سی ایم ایس" کے نام سے الگ تجربات بھی کئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اس پارٹیکل کی تصدیق ثابت کرتی ہے کہ ہم نے کائنات کی تخلیق کا راز پالیا ہے۔ جس کی مزید تفصیل اور شواہد انہوں نے 2012 میں سامنے لانے کا عندیہ دیا ہے۔

☆☆☆

لاہور کے شہیدانِ احمدیت کو سلام

دیکھے ہیں پاک روحوں نے ظلمت کے دَور میں
ہوتے ہوئے شہید کچھ اِنساں لہور میں
ظلمت کدے کی خاک کو دنیا میں چھوڑ کر
وہ چل دئے ہیں نور کی چادر کو اوڑھ کر
اُن کا قصور تھا فقط کہ احمدی تھے وہ
یعنی زمیں پہ آسماں کے آدمی تھے وہ
ان رہروانِ راہِ وفا کو سلام ہو
گجرہ دعائے دل کا شہیدوں کے نام ہو
راہِ وفا میں ہم بھی محوِ سفر رہیں
سجدے ہمارے ان کے لئے تر بہ تر رہیں
صبرِ جمیل ان کے پیاروں کو ہو عطا
راہِ رضائے یار پہ چلتے رہیں سدا

(عطاء الحق۔لنڈن)

المنار میں اشتہار

اگر آپ المنار کے صفحات میں اپنے کاروبار کا اشتہار دینا چاہتے ہیں تو فوری رابطہ فرمائیں۔ نرخ حسبِ ذیل ہیں:

چوتھائی صفحہ (ایک بار)	20 پاؤنڈ ماہوار
ایک سال کے معاہدہ کی صورت میں	200 پاؤنڈ سالانہ

رابطہ کیلئے: editoralmanar@hotmail.com